ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

عہدِ سلاطین کے فارسی ادبی مآخذات کا جائزہ اور اُردو تحقیق میں ان کی ضرورت و اہمیت

THE REVIEW OF PERSIAN LANGUAGE LITERARY DERIVATIVES IN THE REIGN OF DELHI KINGDOM AND ITS NEED AND SIGNIFICANCE IN URDU RESEARCH

***حبیب الرحمٰن**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، گورنمنٹ امبالہ مسلم کالج، سرگودھا

****ڈاکٹر محمد امجد عابدؔ**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

*****فوزیہ شہزادی**

پی ایچ ڈی اردو (سکالر) جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:
The Persian language is highly significant regarding historiography and historical insight about the literary development in the Sub continent. Persian language contains gross root level references and derivatives of social, political, cultural and literary historiography of the Sub continent. Persian historiography in Sub continent begins from Delhi kingdom which consisted of five dynasties in which Ghulaman, Khilji, Tughlaq, Sadaat and Lodhi dynasties are included. In this article the researcher has highlighted the services of these dynasties which are rendered by the families of Ghulaman, Khilji, Tughlaq, Sadaat and Lodhi for development of Persian language. Further researcher has highlighted the significance of Persian language derivatives for research in Urdu language. Researcher has concluded that present literary criticism is victimized by regarding no access of teachers and students to the Persian derivatives of research which are gross root level of references. Further the researcher has indicated that there is an ignorance regarding Persian language among teachers and students which is not less than a dilemma.

کلیدی الفاظ: برصغیر، فارسی ادب، امیر خسرو، تاریخی ورثہ، تحقیق، تاریخ نویسی، سلاطینِ دہلی

برصغیر پاک وہند میں میں اسلامی حکومت کا قیام 1206ء میں عمل میں آیا[1] لیکن اس سے دو سو سال پیشتر سلطان محمود غزنوی (م۔1030ء) نے ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ فاتحین جب کسی علاقے کو فتح کرتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب، ثقافت اور زبان بھی لاتے ہیں جو عام طور پر قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ برصغیر پاک وہند میں ان فاتحین کے ساتھ علماء، مشائخ اور روحانی شخصیات بھی تشریف لائیں۔ اسلام کی اشاعت میں صوفیاء کا کردار اظہر من الشمس ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت کا پھیلاؤ اُنہیں کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے ممکن ہوا۔ وہ اپنے افکار و خیالات کا اظہار اسی زبان میں کرتے تھے جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ تاریخ نویسی اور تاریخ فہمی کے اعتبار سے فارسی زبان کی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستان کی سیاسی، روحانی، سماجی، ثقافتی اور ادبی تاریخ کے مآخذات فارسی میں موجود ہیں۔ تاریخ، ادب، ثقافت، اور روحانیات کا کوئی طالب علم بھی حقائق کی تلاش میں فارسی سے استفادہ کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ نتیجتاً اس مولفِ تاریخ کی کاوش نامکمل اور ناقص رہے گی جو فارسی زبان سے بے بہرہ ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر محقق فارسی زبان سے نابلد ہو تو تحقیق کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ برصغیر پاک وہند کے مسلم دورِ حکومت کا تاریخی ورثہ فارسی میں ہی ہے لہذا فارسی سے کسی طور پر مفر نہیں۔

فارسی صدیوں تک ہندوستان میں دفتر، دربار، خانقاہ اور مدارس و مجالس کی زبان رہی ہے۔ اُس زمانے میں تصنیف و تالیف، شعر گوئی، سخن فہمی، طرزِ کلام، انداز نگارش، ذہانت و فراست اور علم و فضل کا معیار و پیمانہ فارسی زبان ہی تھی۔ 1206ء سے 1526ء تک کے پورے عہد میں دہلی پر مختلف خاندان سلاطینِ دہلی کے پرچم تلے تاج و تخت کی نمائندگی کرتے رہے لیکن ادبی، روحانی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کی ترجمان فارسی زبان ہی رہی۔

یہ حقیقت بھی کم و بیش سبھی پر عیاں ہے کہ چند وجوہات کی بنا پر برصغیر پاک وہند میں فارسی آثار سے براہ راست استفادے کا رجحان روز بروز کم ہو رہا ہے۔ چند گنِے چنُے اصحاب کے علاوہ اکثر حضرات ان فارسی کتابوں کے انگریزی اور اردو تراجم سے رجوع کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان کے علمی و تاریخی سرمایہ کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے جو بڑی مہارت و ریاضت چاہتا ہے۔ تاریخی حقائق بدل جاتے ہیں۔ جو کہ امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔

Vol. 5 No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہندوستان میں فارسی تاریخ نویسی کا سلسلہ سلاطین دہلی کے عہد سے شروع ہوا۔ عہدِ سلاطین (1526ء۔1206ء) پانچ ادوار پر مشتمل ہے۔[۲]

ا۔خاندانِ غلاماں (1290ء۔1206ء)

۲۔خاندانِ خلجی (1320ء۔1290ء)

۳۔خاندانِ تغلق (1414ء۔1320ء)

۴۔خاندانِ سادات (1451ء۔1414ء)

۵۔خاندانِ لودھی (1526ء۔1451ء)

عہدِ سلاطین کے ادبی ماخذات درج ذیل ہیں۔

لُباب الباب:

کتاب کے مؤلف کا نام سدید الدین محمد عوفی ہے۔ عوفی نے ۶۱۷ھ میں اُچ میں اسے مکمل کیا۔ عوفی کی پیدائش بخارا کی ہے۔ تاتاریوں کی وجہ سے اپنا ملک چھوڑ کر ہندوستان آیا اور ناصر الدین قباچہ کے دربار اُچہ میں ملازمت حاصل کی۔ شاہی ملازمت کے دوران ہی "لُباب الباب" لکھی۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد 7 ابواب پر مشتمل ہے جس میں پہلے چار ابواب میں شعر و شاعری کی فضیلت اور معنی پر بحث ہے۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں مختلف سلاطین، ملوک، امرا اور وزرا کی فارسی شاعری کا ذکر ہے۔ ساتویں باب میں ماوراء النہر، خراسان، نیمروز، عراق، غزنین اور جبال کے آئمہ، علماء، فضلاء کی شاعری پر تبصرہ ہے۔ دوسری جلد پانچ ابواب پر مشتمل ہے جس میں آلِ طاہر، آلِ لیث، آلِ سامان، آلِ ناصر، آلِ سلجوک اور ناصر الدین قباچہ کے درباری شعرا کا بیان ہے۔ یہ کتاب فارسی کے ابتدائی دور کے شعرا کا تذکرہ ہے۔ اس لحاظ سے فارسی شعرا کے تذکروں میں قدیم ترین سمجھا جاتا ہے۔[۴] فارسی کے بہت سے قدیم شعرا کے حالات اور ان کی شاعری کے نمونے صرف اسی کتاب کی بدولت ملتے ہیں۔ یہ کتاب تین سو ستر شعرا کے ذکر پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب عین الملک کی سرپرستی میں لکھی گئی جو کہ قباچہ کا وزیر تھا۔[۵] عین الملک کا پورا نام فخر الدین الحسین اشعری ہے۔ فارسی کے قدیم شعرا کے مطالعہ کے سلسلے میں یہ کتاب اب تک بہت زیادہ قابل قدر سمجھی گئی ہے۔ اس کی عبارت شروع سے آخر تک مسجع اور مرصع ہے جو عوفی کے ایک باکمال ادیب اور نثر نگار ہونے کا ثبوت ہے۔[۶] پروفیسر براؤن اور مرزا محمد قزوینی کی تصحیح اور تحشیہ کے ساتھ یہ کتاب دو جلدوں (1903ء، 1906ء) میں لندن سے شائع کی گئی ہے۔[۷]

جوامع الحکایات ولوامع الروایات:

یہ سدید الدین محمد عوفی کی تالیف ہے۔ قباچہ کی فرمائش پر لکھنا شروع کی تھی لیکن یہ 630ھ میں مکمل ہوئی اور اس لیے عوفی نے اسے سلطان شمس الدین التمش (م۔1236ء) کے وزیر نظام الملک قوام الدین محمد بن ابی سعید جنید کے نام معنون کر دیا۔ فارسی نثر میں حکایات کی اس قدر جامع کتاب اس سے پہلے مرتب نہیں ہوئی تھی۔ یہ کتاب 4 جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کے 25 ابواب ہیں۔ اس میں 2113 (دو ہزار ایک سو تیرہ) حکایتیں ہیں۔ پہلے حصے میں معرفتِ پروردگار، ذکرِ انبیاء و اولیاء اور تواریخ ملوک، دوسرے حصے میں اخلاق پسندیدہ، تیسرے حصے میں مزموم اخلاق اور چوتھے حصے میں عالم خشکی و تری اور حیوانی طبائع کا ذکر ہے۔ یہ اپنی خصوصیات مثلاً حکایتوں کی رنگارنگی، بوقلمونی، دل نشینی اور سچائی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئی۔[۸] یہ کتاب تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بعض حصوں میں مذہبی، علمی، سیاسی، معاشرتی اور عمرانی نکات پیش کئے گئے ہیں۔ عوفی نے تاریخ کی مستند کتب سے ان حکایات کا انتخاب کیا ہے۔ ان حکایات سے اس دور کی تہذیب و معاشرت، اخلاق و سیاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ لباب الالباب کی طرح پُرتکلّف نہیں ہے۔[۹]

بحر الانساب:

اس کتاب کا دوسرا نام "سلسلہ الانساب" ہے۔[۱۰] مولف کا نام محمد بن منصور بن سعید بن ابی الفرح ہے۔ اس کا لقب مبارک شاہ تھا اور عرف عام میں فخر مدبر کہلاتا ہے۔ یہ کتاب 602ھ میں مکمل ہوئی۔ جو قطب الدین ایبک کے نام معنون ہے۔ اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر مؤلّف کے زمانہ تک 136 شجرے قلم بند ہیں۔ اس کتاب کے ابتدائی حصے سے قطب الدین ایبک (م۔1210ء) کے اوائل زندگی کے حالات اور 587ھ میں اس کے کہرام اور سمانہ کا اقطاع دار مقرر ہونے سے 602ھ میں تخت نشینی تک کے کچھ واقعات کا پتہ چلتا ہے۔[۱۱] اسی ابتدائی حصے کو سر ڈینی سن راس نے تاریخ فخر الدین مبارک شاہ کا نام دیا ہے۔[۱۲] کتاب کے اس حصے میں ترکوں کے بارے میں بڑی مفید معلومات درج ہیں[۱۳] لیکن یہ واقعات تفصیل سے نہیں لکھے گئے۔ اسی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

طرح قطب الدین ایبک کے اوصاف مثلاً سخاوت، عدل پروری، دیانتداری، شریعت نوازی، شجاعت، مردانگی اور علم پروری پر ایک عام اجمالی تبصرہ ہے لیکن معاصر ماخذ ہونے کی وجہ سے اس میں مفید باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ عبارت شستہ اور پاکیزہ ہے۔ طرز تحریر سے مولف ایک قادر الکلام اہلِ قلم معلوم ہوتا ہے۔

آداب الحرب والشجاعت:

کتاب کے مولّف کا نام محمد بن منصور بن سعید بن ابی الفرح ہے۔ اس کی یہ کتاب (جیسا کہ نام سے ظاہر ہے) جنگ کے آئین اور ضوابط پر ہے جس میں سلاطین و وزرا کے فرائض سے لے کر گھوڑوں کی شناخت، ان کی بیماری اور علاج کا ذکر، ہر قسم کے اسلحہ، لشکر کی خصوصیات، عرض لشکر، لشکر کی نقل و حرکت، فوجی کیمپ کے آئین، میدان جنگ کے طریقے، فوجوں کی صف آرائی، مقابلہ، مبارزت، جنگ حصار کے قواعد، فتح و ظفر کے آداب، جزیہ، خراج، فوجوں کی خطا و سزا، ان کے حقوق اور ان کی ورزش وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ [۱۴] ہندوستان میں فارسی زبان میں اس نوعیت کی کتاب شاید کوئی اور نہیں لکھی گئی۔ فخر مدبر نے یہ کتاب سلطان شمس الدین التمش (م۔1236ء) کے نام معنون کی۔[۱۵] یہ کتاب 34 ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اکثر مقامات پر اپنے موضوع کی تائید میں آیات قرآنی، احادیث رسول مقبول ﷺ اور اقوالِ بزرگان نقل کیے ہیں۔ خلفاء اور سلاطین کی حکایات بھی موقع محل کی مناسبت سے لائی گئی ہیں۔[۱۶] جس نے اسے ادبی رنگ دے دیا ہے۔ آداب الحرب کی تالیف نہ صرف مؤلف کی ادبی پختگی بلکہ کہنہ سالی اور دیرینہ مشاہدات کی شاہد ہے کہ جنگ آزما اور عسکری آدمی نہ ہونے کے باوجود ایسے جزئیات لکھ جاتا ہے جو ایک زمانے تک فوجی سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتھ رہنے ہی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔[۱۷]

طوطی نامہ:

یہ ضیاء الدین نخشبیؒ (م۔1350ء)[۱۸] کی تصنیف ہے۔ زبان فارسی ہے۔ سالِ تالیف 730ھ بمطابق 1330ء ہے۔[۱۹] طوطی نامہ کا اصل ماخذ سنسکرت کی ایک کتاب "شک سپ تتی" یعنی "طوطے کی ستر کہانیاں" ہے۔ نخشبی کے طوطی نامے میں کل 52 کہانیاں ہیں جن میں سے 50 سنسکرت کی کتاب میں سے اور دو بختیار نامہ سے ماخوذ ہیں۔[۲۰] ایک شخص نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا لیکن اصل کی خوبی ترجمہ میں پیدا نہ کر سکا۔ نخشبی نے اپنے دوستوں کے اصرار پر اس کام کو دوبارہ کیا اور اس انداز میں کیا کہ اصل سنسکرت کی پوری روح کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا اور اپنے موضوع قطعات اور رنگین اشعار سے اس میں ایک ایسی دلاویزی پیدا کر دی کہ جو اسے پڑھتا بس مسحور ہو کر رہ جاتا۔[۲۱] کتاب کم و بیش پانچ سو پچاس (550) صفحات پر مشتمل ہے۔

سلک السلوک:

یہ بھی ضیاء الدین نخشبی (م۔1350ء) کی تصنیف ہے۔ زبان فارسی ہے۔ فنِ معرفت و سلوک میں ایک اہم تصنیف ہے۔ اس میں تصوف کے مختلف مسائل کو الگ الگ عنوانات میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر مسئلہ ایک علیحدہ "سلک" یعنی "باب" میں ہے۔ کل 151 سلک ہیں۔ شروع میں تصوف کی اصطلاحات کی تشریح ہے۔ پھر صوفیانہ رموز و نکات کی تصریح و توضیح حکایتوں کے پیرایہ میں کی گئی ہے۔[۲۲] قرونِ وسطی میں سلاطین و امرا کو نصیحت کرنے اور گمراہیوں سے آگاہ کرنے کا ایک موثر طریقہ یہ تھا کہ گزشتہ بادشاہوں کی عبرت آموز داستانیں کچھ اس انداز میں بیان کی جاتی تھیں کہ بادشاہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ نخشبی نے بادشاہوں کو ہدایت کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ سلک السلوک میں انہوں نے کئی جگہ معاصرین کی اخلاقی اور مذہبی پستی پر رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے۔ نخشبی نے عہد تغلق کے عام رجحانات کی ترجمانی کی ہے۔[۲۳]

مُخ المعانی:

یہ امیر حسن علی سجزی دہلوی کی تصنیف ہے۔ جو انہوں نے 23 محرم 712ھ میں مکمل کی۔ فوائد الفواد میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ یہ 36 صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے۔[۲۴] مُخ المعانی میں لفظ عشق کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ یہ تفسیر اکٹھی بھی ہے اور عین و شین و قاف کی تفسیر علیحدہ علیحدہ بھی ہے۔ امیر حسن نے حروف عشق کی تشریح کے حوالے سے یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں اور محمود و ایاز کے عشق کی حکایات بھی مختصر طور پر قلمبند کی ہیں۔ اندازِ فکر شیخ جمال الدین ہانسوی کے عربی رسالہ "ملہمات" سے بہت ملتا ہے۔[۲۵] مُخ المعانی کا مرکزی خیال عشق، اس کی اہمیت اور اس اہمیت کی تشریح ہے۔ امیر حسن نے اس تشریح کو بڑے سلیقے اور فنکارانہ چابک دستی سے آفاقی صداقتوں میں ڈھال دیا ہے۔[۲۶]

دواوین خسرو

ا۔ تحفتہ الصغر:

یہ دیوان تاج الدین زاہد کی فرمائش پر 671ھ میں مرتب کیا۔ اس میں خسرو کی 16 سے 19 برس کی عمر کا کلام شامل ہے۔ امیر خسرو ان دنوں سلطانی تخلص کرتے تھے جو اس دیوان کی غزلیات میں ملتا ہے۔ یہ دیوان 35 قصائد، 5 ترجیع بندوں، 163 غزلوں، نانا کا مرثیہ اور کچھ قطعات پر مشتمل ہے۔[۲۷]

۲۔ وسط الحیوۃ:

32 برس کی عمر میں خسرو نے دوسرا دیوان مرتب کیا۔ "وسط الحیوۃ" نام رکھا۔ یہ تحفۃ الصغر کے مقابلے میں خاصا ضخیم ہے۔ اس میں 58 قصائد، 10 ترجیع بند، 42 قطعات، 300 کے قریب غزلیں، 3 مختصر مثنویاں، اور 157 رباعیاں شامل ہیں۔ خان شہید شہزادہ محمد قاآن کا مشہور مرثیہ ترجیع بند کی صورت میں اسی دیوان کا حصہ ہے۔ کل ساڑھے آٹھ ہزار اشعار ہیں۔[۲۸]

۳۔ غرۃ الکمال:

یہ دیوان 693ھ میں مرتب ہوا۔ یہ ان کا سب سے اہم اور زبردست دیوان ہے۔ تحفۃ الصغر کو ابتدائیے اور وسطِ حیات کو وسطانیہ کی حیثیت حاصل ہے۔ غرۃ الکمال کو امیر خسرو کی فکر و فن کا شاہ کار سمجھنا چاہیے۔ یہ خسرو کی 34 سے 43 سال کی عمر کا حاصل ہے۔[۲۹] اس دیوان میں 90 کے قریب کا قصائد اور ترجیعات، 9 مختصر مثنویاں، بہت سے قطعات و رباعیات کے علاوہ غزلیات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ شامل ہے۔[۳۰] مثنویوں میں قابل ذکر مفتاح الفتوح اور فرس نامہ شامل ہیں۔ خسرو نے اس دیوان میں ایک طویل اور پر مغز دیباچہ بھی تحریر کیا ہے۔ یہ دیباچہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں مدح شیخؒ کا ایک شاندار قصیدہ "بحر العبر" شامل ہے۔

۴۔ بقیہ نقیہ:

یہ دیوان 715ھ میں مرتب کیا۔ یہ دیوان 63 قصائد، 6 ترجیعات، 200 قطعات، 360 رباعیات، 570 غزلیات اور 165 ابیات کی ایک مختصر سی مثنوی پر مشتمل ہے۔[۳۱] بقیہ نقیہ کی غزلوں سے فارسی غزل میں خسرو کی حیثیت، اہمیت اور عظمت مسلّم ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ دیوان فارسی شاعری کے ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔

۵۔ نہایۃ الکمال:

یہ آخری دیوان سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات (1325ء) کے بعد مرتب ہوا۔ اس دیوان میں 24 قصائد، 5 ترجیعات، 4 مختصر مثنویاں، 67 قطعات، 41 رباعیات اور 280 غزلیں ہیں۔ اس دیوان کی خاص چیز شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کا مرثیہ ہے۔ نہایۃ الکمال خسرو کے دوسرے دواوین کے مقابلے میں مختصر ہے لیکن ایک بزرگ فنکار کے کمالاتِ شعری کا آئینہ ہے۔[۳۲]

خمسہ خسرو

حضرت امیر خسرو (1253ء۔1325ء) نے حضرت مولانا نظامی گنجویؒ (1141ء۔1209ء) کے خمسے یا پنج گنج کے مقابل جو خمسہ کہا اسے خمسہ خسرو کہتے ہیں۔ اس کی ترتیب حسب ذیل ہے:

	خمسہ خسرو	خمسہ نظامی
۱۔	مطلع الانوار	مخزن الاسرار
۲۔	شیرین و خسرو	خسرو و شیرین
۳۔	مجنون و لیلیٰ	لیلیٰ و مجنون
۴۔	آئینہ سکندری	سکندر نامہ
۵۔	ھشت بہشت	ھفت پیکر

۱۔ مطلع الانوار:

یہ خمسہ خسرو کی سب سے پہلی مثنوی ہے جو 698ھ میں مکمل ہوئی۔ مطلع الانوار نظامی کے مخزن الاسرار کا جواب ہے۔ سلطان علاؤ الدین خلجی (م۔1316ء) کے نام پر یہ مثنوی تیار ہوئی۔ یہ مثنوی تین ہزار تین سو دس (3310) اشعار پر مشتمل ہے۔ "مطلع الانوار" کا موضوع حکمت و اخلاق ہے۔ اسے 20 ابواب میں تقسیم کیا گیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

ہے۔ہر باب 125 اشعار پر مشتمل ہے۔[۳۳] ابواب کی یہ تقسیم توحید، ارکان اسلام، علم کے فوائد، صبر و قناعت، خود داری، حقوقِ اولاد و والدین، بخشش و سخاوت جیسے موضوعات کے لحاظ سے ہے۔

۲۔ شیرین وخسرو:

خمسہ خسرو کی دوسری مثنوی ہے۔ اس میں چار ہزار ایک سو چوبیس (4124) اشعار ہیں۔[۳۴] اس کی تکمیل کا سال بھی 698ھ ہی ہے۔ اس کا موضوع شیریں اور خسرو کے رومان کی مشہور داستان ہے۔ ابتدا میں حمد، نعت، مناجات اور مدحِ مرشد کا التزام کیا ہے۔ اس کے

بعد داستانِ شیرین وخسرو قلمبند کی ہے۔

۳۔ مجنون ولیلیٰ:

خمسہ خسروی کی تیسری مثنوی ہے۔ اس مثنوی کا سالِ تصنیف بھی 698ھ ہی ہے۔ اس میں شامل اشعار کی کل تعداد دو ہزار چھ سو ساٹھ (2660) ہے۔ مجنوں و لیلیٰ کا آغاز بھی حمد، نعت، مناجات اور مدحِ شیخ سے ہوتا ہے اور پھر ایک حکایت کے بعد مجنوں اور لیلیٰ کے عشق کی داستان نظم کی گئی ہے۔ اسی مثنوی میں امیر خسرو نے اپنی والدہ اور بھائی کا مرثیہ بھی لکھا ہے۔ فنی لحاظ سے یہ مثنوی امیر خسرو کی بہترین مثنویوں میں شمار ہوتی ہے۔[۳۵]

۴۔ آئینہ سکندری:

خمسہ خسرو کی چوتھی مثنوی ہے۔ نظامی کے سکندر نامے کا جواب ہے۔ اس کی تکمیل 699ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کے اشعار کی تعداد چار

ہزار چار سو پچاس ہے۔[۳۶] حمد ونعت کے بعد واقعہ معراج النبی ﷺ کا بیان ہے۔ مثنوی کا قصہ سکندر اور خاقانِ چین کی جنگ کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند حکایتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔

۵۔ هشت بهشت:

یہ مثنوی امیر خسرو کے خمسہ کی آخری کڑی ہے۔ اس کی تکمیل 701ھ میں ہوئی۔ اس میں موجود اشعار کی تعداد تین ہزار تین سو باون ہے۔[۳۷] اس میں بھی پہلے حمد و نعت اور مناجات کے اشعار ہیں اور پھر بہرام گور (شاہِ ایران) اور دل آرام کے عشق و محبت کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ یہ مثنوی روحانی جذبات کے بھرپور اظہار کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

طبع زاد مثنویاں

حضرت امیر خسروؒ نے جو مثنویاں فرمائش پر یا طبع زاد لکھی ہیں وہ سبھی تقریباً تاریخی مثنویاں ہیں۔ جن کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ قران السعدین:

عہد سلطنت کے نابغہ روزگار شاعرِ طوطی ہند حضرت امیر خسروؒ کی پہلی تاریخی مثنوی ہے۔ یہ مثنوی خاندانِ غلاماں کے آخری حکمران سلطان معزالدین کیقباد (م۔1289ء) کی فرمائش پر 688ھ میں لکھی گئی۔ یہ فارسی ادب کی پہلی مسبوط مثنوی ہے جو حالات حاضرہ کے بیان یا اپنے عہد کی تاریخ پر مشتمل ہے۔[۳۸] اس مثنوی کا دوسرا نام "مجمع الاوصاف" ہے چونکہ اس میں دہلی اور اس کی کچھ عمارتوں کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ اس لیے اسے "مثنوی در تعریفِ دہلی" بھی کہا گیا ہے۔ اس مثنوی میں تین ہزار نو سو چوالیس (3944) اشعار ہیں۔[۳۹] اس مثنوی کا موضوع ناصر الدین بغرا خان (حاکم بنگال) اور اس کے بیٹے سلطان معزالدین کیقباد (سلطان دہلی) کے درمیان دریائے گھاگھرا (اودھ) کے ساحل پر ہونے والی جنگ کی بجائے صلح کے تاریخی واقعات ہیں۔ "قران السعدین" میں خسرو نے اپنی چند غزلوں کو بھی مناسب موقع محل کے مطابق مثنوی میں شامل کیا ہے۔ ان غزلوں کی تعداد 21 ہے۔[۴۰] جس سے مثنوی کی دلچسپی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس مثنوی نے امیر خسرو کو بطور مورخ روشناس کروایا ہے۔

۲۔ مفتاح الفتوح:

حضرت امیر خسرو کی یہ تاریخی مثنوی خاندانِ خلجی (1290ء۔1320ء) کے بانی سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی (م۔1296ء) کی چار جنگوں اور فتوحات یعنی کڑے کے باغی عامل ملک چھجو پر فتح یابی، اودھ کے راجہ پر فتح، منگولوں پر فتح اور جھائن کے راجہ پر فتح کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا سالِ تصنیف 690ھ بمطابق 1291ء ہے۔ اس مثنوی کو "فتح الفتوح" اور "فتح نامہ" بھی کہا گیا ہے۔ یہ تاریخی مثنوی خاندان خلجی کی ابتدائی تاریخ کی بنیادی دستاویز ہے۔[۴۰]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

۳۔ مثنوی دول رانی خضر خان:

اس مثنوی کو "عشقیہ"، "مثنوی خضر نامہ" اور منشور شاہی" بھی کہا گیا ہے۔ یہ مثنوی خاندان خلجی کے مشہور سلطان علاؤالدین خلجی (1316ء۔1296ء) کے بڑے بیٹے شہزادہ خضر خان کی خواہش پر 715ھ (1315ء) میں لکھی گئی۔ اس مثنوی میں شہزادہ خضر خان اور راجہ کرن والی نہر والہ (انہلواڑھ) کی بیٹی دول رانی کی محبت کا تاریخی قصہ منظوم ہے۔ اس مثنوی کے اشعار کی تعداد 4519 ہے۔[۴۱] مثنوی کا آغاز حسبِ دستور حمد و نعت سے ہوا ہے۔ مدح شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے بعد علاؤالدین خلجی کی مدح اور ایک صحیفہ ہے جو طولانی نصیحتوں اور مشوروں پر مشتمل ہے۔[۴۲] پھر سبب تصنیف بیان کیا ہے۔ مثنوی کا اختتام پہلے طربیہ تھا لیکن خضر خان کے قتل کے بعد اسے المیہ پر ختم کیا گیا۔ سخن خسروی کے طبعی جوہر یعنی ضائع بدائع کا استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ مثنوی نہ سپہر:

یہ مثنوی خاندانِ خلجی کے آخری حکمران سلطان قطب الدین مبارک خلجی (1320ء۔1316ء) کی فرمائش پر 718ھ (1318ء) میں لکھی گئی۔[۴۳] حمد و نعت، ذکر معراج اور مدح مرشد کے بعد مبارک خلجی، شہزادہ خسرو خان کی فتوحات، دھلی کی شان و شوکت، ہندوستان کی تعریف، اپنی خوش بختی مشتری سے عقیدت اور شہزادے محمد کی پیدائش وغیرہ اس مثنوی کے خاص موضوعات ہیں۔ یہ مثنوی خسرو کی داستان سرائی کا بہترین نمونہ ہے۔ مثنوی "نہ سپہر" کا شمار بھی خسروؒ کی تاریخی مثنویوں میں ہوتا ہے۔ مبارک شاہ خلجی کے عہد کا یہ تاریخی مرقع آج بھی اس عہد کے واحد معتبر ماٰخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔[۴۴] امیر خسروؒ نے نہ سپہر کے ہر سپہر میں مبارک شاہ خلجی عہد کی کسی مہم کی خصوصیت کو بیان کیا ہے۔ پہلے سپہر میں دکن کی فتوحات، دوسرے سپہر میں مبارک شاہی تعمیرات، تیسرے سپہر میں حبِ وطنی، چوتھے سپہر میں دوستانہ نصائح اور مشورے، پانچوے سپہر میں موسم سرما کے موسم کا بیان، چھٹے سپہر میں مبارک شاہ خلجی کے فرزند کی پیدائش، ساتویں سپہر میں نوروز و بہار کا تذکرہ، آٹھویں سپہر میں بادشاہ کی چوگان بازی اور نویں سپہر میں شاعرانِ ہند کی عظمت کا بیان ہے۔ یہ مثنوی 4509 اشعار پر مشتمل ہے۔[۴۵]

۵۔ تغلق نامہ:

یہ امیر خسرو کی آخری تاریخی مثنوی ہے۔ اس کی تالیف 724ھ (1324ء) میں ہوئی۔[۴۶] اس نامکمل مثنوی میں خاندانِ تغلق (1414ء۔1320ء) کے بانی سلطان غیاث الدین تغلق (1325ء۔1320ء) کے دہلی کے غاصب نو مسلم حکمران خسرو خان پر فتح پانے کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔[۴۷] یہ مثنوی سلطان غیاث الدین تغلق کی فرمائش پر تصنیف ہوئی تھی اور قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے قتل، خسرو خان کے عروج، تغلق سے اس کی جنگ، شکست اور انجام کی روداد پر مشتمل ہے۔ امیر خسرو کی دوسری تاریخی مثنویوں کی طرح یہ بھی ایک مستند تاریخی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ انداز بیان بہت سلیس اور سادہ ہے۔ صنعت گری کی بجائے بیان احوال واقعی پر زور دیا گیا ہے۔ مثنوی 2717 اشعار پر مشتمل ہے۔

۵۔ اعجاز خسروی:

حضرت امیر خسروؒ نے 682ھ میں انشاء کے 4 رسالے مرتب کئے تھے۔ 719ھ میں پانچواں رسالہ لکھ کر اس مجموعے کو، جسے انہوں نے تاریخ روزگار اور تاریخِ بے شمار قرار دیا ہے، مکمل کر دیا اور اسے "رسائل اعجازِ خسروی" کا نام دیا۔ اعجازِ خسروی پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ خسرو نے ہر حصے کو رسالے کا نام دیا ہے۔ ان رسائل کو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں حمد، نعت، مدح شیخ، مدح سلطان کے بعد رائج الوقت فارسی نثر کے نو اسالیب کا ذکر کیا ہے۔[۴۸] اُس زمانے میں نثر جس انداز سے لکھی جا رہی تھی انہوں نے کم و بیش چالیس (40) برس تک اس کا تجزیہ کیا اور انشاء کے رائج اسالیب اور ان کی خامیوں پر غور کر کے ایک نئے اسلوب کا انتخاب کیا جسے وہ ازراہِ تفاخر "وحی خفی" سے تعبیر کرتے ہیں۔[۴۹] اس کتاب میں خسرو نے اپنے فنی نظریات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انشاء نویسوں کے لیے ہدایات بھی مرتب کی ہیں۔ پہلے رسالے میں وجہ تالیف، اسالیب، قدیم کی تنقیح اور ایک نئے اسلوب کی ضرورت کا بیان ہے۔ دوسرے رسالے میں وہ شاہی نامے اور فرمان ہیں جو امیر خسرو نے تحریر کیے تھے۔ تیسرے رسالے کا تعلق صنائع بدائع سے ہے۔ چوتھے رسالے میں بھی اسالیب نگارش کا بیان ہے۔ پانچواں اور آخری رسالہ اُن کی ابتدائی عمر کے خطوط پر مشتمل ہے۔ خسروؒ نے برصغیر کی عوامی زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا تھا اور رسائل اعجاز کے خطوط میں اسے پوری مورخانہ دیانت اور شاعرانہ صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ خسرو اس لحاظ سے برصغیر پاک و ہند کے اولین مسلمان معاشرتی مورخ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں شامل فرامین، توقیعات اور خطوط اس عہد کی تاریخ کا بڑا مستند ماخذ ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے نثر مرصع کو رواج دینے، مروجہ اسالیب کی اصلاح اور تاریخی حقائق کو محفوظ کرنے کے عہد ساز رجحان کی ترویج و اشاعت ہوئی جو ادبی اور تاریخی اعتبار سے بڑا اہم کارنامہ ہے۔

۶۔ خزائن الفتوح:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

یہ فارسی میں حضرت امیر خسروؒ کی منثور تاریخ ہے جو انہوں نے 711ھ (1311ء) میں لکھی۔ اسے تاریخِ علائی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے "سرور الروح" اور "فتح نامہ" بھی کہا گیا ہے۔ اس کتاب میں سلطان علاؤالدین خلجی کی گورنری کے زمانے یعنی فتح دیوگیر کے سال یعنی 695ھ سے لے کر اس کے عہدِ حکومت کے سترھویں سال یعنی 711ھ تک کے حالات و واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔(۵۰) خزائن الفتوح کی نثر بھی لفظی ضائع بدائع سے بھری پڑی ہے۔ خسرو نے اپنے خاص اسلوب کو اس تصنیف میں بھی بڑی مہارت اور فنکاری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تواریخ کے اندراج میں فنِ معمہ گوئی سے بھی کام لیا ہے۔ جگہ جگہ اپنے عربی اشعار بھی استعمال کیے ہیں۔ اس کتاب میں شامل اہم واقعات میں دیوگیر کی فتح، دہلی کی فتح اور تخت نشینی، مغلوں کے خلاف جنگ آزمائی اور ان کی شکست کا بیان، گجرات اور مالوہ کی فتوحات، چتوڑ کی مہم، تلنگانہ اور معبر کا ملک کافور کے ہاتھوں فتح ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جامع مسجد، شیر دہلی کی فصیل، حوضِ شمسی اور مینار وغیرہ کی تعمیر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ خلجیوں کے اس دور کے واقعات جاننے کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے کیونکہ واقعات زیادہ تر مصنف کے چشم دید ہیں۔ امیر خسروؒ نے ان واقعات کو قلم بند کر کے مؤرخوں کو مستند معلومات اور ادب دوستوں کے لیے نثر مرصع کا اعلی نمونہ فراہم کر دیا ہے۔(۵۱)

۷۔ افضل الفوائد:

یہ فارسی زبان میں حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے حضرت امیر خسروؒ نے تصنیف کیا۔ خسرو کو یہ خیال غالباً خواجہ حسن کی اسی نوعیت کی کتاب "فوائد الفواد" کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ افضل الفوائد کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ شیخ المشائخ کے سب سے چہیتے مرید کی تحریر ہے جس پر دوسرے حاضر باش مریدوں کو رشک آتا تھا۔ افضل الفوائد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں 34 مجالس کا تذکرہ ہے۔ دوسرا حصہ 17 مجالس پر مشتمل ہے۔(۵۲) افضل الفوائد کے حصہ اول میں پہلی مجلس کا آغاز 713ھ اور حصہ دوم میں پہلی مجلس کا آغاز 719 ھ سے ہوتا ہے۔ تصوف کے جن موضوعات پر ان مجلسوں میں گفتگو ہوئی ہے ان کا اندازہ چند عنوانات سے کیا جا سکتا ہے۔ کلاہِ چہار ترکی، نفلی روزوں کی فضیلت، معاملات، حقوق العباد، اولیائے سلف کا تذکرہ، ذکرِ اصحابِ سلوک، سیرت النبی ﷺ، سماع، علماء، انبیائے کرام کا تذکرہ، اخلاقیات، صحابہ کرام و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ وغیرہ۔(۵۳) خسرو صاحبِ طرز انشا پرداز تھے۔ انہیں طوطی ہند کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔ ان کی تحریر نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ شیخ محمد اکرام، پروفیسر محمد حبیب، نثار فاروقی اور کچھ اور محققین نے اسے وضعی اور فرضی قرار دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف صباح الدین عبد الرحمان، ڈاکٹر وحید مرزا، خلیق نظامی وغیرہ نے اسے امیر خسروؒ ہی سے منسوب کیا ہے۔

جواہرِ خسروی(۵۴)

۱۔ نصاب بدیع العجائب:

نصاب بدیع العجائب کو برصغیر پاک و ہند میں بے حد مقبولیت حاصل رہی ہے۔ اس رسالے میں کل ایک سو چھتیس اشعار ہیں جو بائیس مختلف قطعوں کی صورت میں ہیں۔ ان قطعات میں مختلف صنائع بدائع کو استعمال میں لایا گیا ہے۔ قطعات 1، 15، 16 صنعتِ تجنیس میں ہیں۔ قطعات 2 تا 7 تجنیس قلب کیلئے وقف ہیں۔ قطعہ 8 میں صنعتِ ذوالبحرین اور 9 اور 10 میں صنعتِ مثلثات کا استعمال ہے۔ قطعات 11، 12، 20 میں حروف اور ان کے فعل و وصل سے متعلق صنائع شامل ہیں، قطعات 13 اور 14 منعتِ مرصّع میں ہیں۔ قطعات 17 اور 18 میں مشترک اللسانین اور معربات کا استعمال ہے۔ قطعات 19، 21، 22 اور 33 منقوط اور غیر منقوط صنعتوں میں ہے۔ اس رسالے کا تعلق اگرچہ صنائع بدائع سے ہے مگر زبان و بیان کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو اس کے اکثر و بیشتر شعر بڑے رواں، صاف اور شستہ ہیں۔(۵۵)

۲۔ گھڑیال:

مجموعہ "جواہرِ خسروی" کی تیسری اور اس مجموعے میں شامل حضرت امیر خسروؒ کی دوسری نظم ہے۔ یہ نظم صرف نو اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں انگلیوں کے ذریعے وقت بتانے کا طریقہ نظم کیا گیا ہے۔ اس میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں کی بجائے پندرہ گھنٹوں کا حساب بتایا گیا ہے۔(۵۶)

۳۔ شہر آشوب:

سید مسعود حسن رضوی لکھتے ہیں " شہر آشوب ایک صنفِ نظم کا نام ہے جو ابتدا میں ایسے قطعوں یا رباعیوں کا مجموعہ ہوتی تھی جن میں مختلف طبقوں اور پیشوں سے تعلق رکھنے والے لڑکوں کے حسن و جمال اور ان کی دلکش اداؤں کا بیان ہوتا تھا"۔(۵۷) شہر آشوب کا یہ ابتدائی مفہوم تھا۔ فارسی میں اس قسم کا پہلا شہر آشوب مسعود سعد سلمان کا ہے جو 92 فارسی قطعات پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا ایک شہر آشوب امیر خسروؒ سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ 67 رباعیوں پر مشتمل ہے جو مختلف بحروں میں ہیں۔(۵۸) اس میں مصطلحات اہل حرفہ کو بڑے دلچسپ انداز میں نظم کیا گیا ہے۔ برصغیر کے اہل حرفہ کے ناموں کے علاوہ اس میں چند پنجابی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

۴۔خالق باری:

ہندوی فارسی کی ایک منظوم لغت "خالق باری" بھی امیر خسرو سے منسوب ہے۔ محققوں نے اس بارے میں بڑی موشگافیاں کی ہیں اور دادِ تحقیق دی ہے۔[۵۹] مستند کتابوں میں سب سے پہلے خان آرزو متوفی(1169ھ)نے اپنی تصنیف "غرائب اللغات ہندی" میں بعض الفاظ کے ضمن میں رسالہ منظومہ امیر خسروؒ سے سند لی ہے۔ تبھی سے اسے روایتاً امیر خسروؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔[۶۰] خالق باری میں شامل شعروں کی تعداد دو سو اسی(280) ہے۔ یہ کتاب تریسٹھ(63)مختلف حصوں میں منقسم ہے۔ ہر حصے کی بحر بھی مختلف ہے۔ قریباً چھبیس حصوں میں صرف ایک ایک شعر ہے۔ چند ایک دو دو اور تین تین اشعار پر مشتمل ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن میں شامل شعروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔[۶۱] مولانا محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ "خالق باری" کے موجودہ تمام نسخے اصل کتاب کا اختصار ہیں جو کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی۔[۶۱] مولانا محمد امین عباسی چڑیا کوٹی بھی ان سے متفق نہیں۔ انہوں نے خالق باری پر ایک مبسوط دیباچہ لکھا اور متن کے ساتھ جواہر خسروی میں شامل کیا۔ 1928ء میں "پنجاب میں اردو" میں حافظ محمود شیرانی نے بڑے مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ خالق باری خسرو کی تصنیف نہیں ہو سکتی اور لکھا ہے کہ یہ تصنیف ضیاء الدین خسرو کی ہے۔

۵۔رسالہ چیتاں:

حضرت امیر خسروؒ کو چیتانوں سے دلچسپی تھی۔ وہ برصغیر کے سب سے نمایاں اور بزرگ چیتاں گو کی حیثیت سے معروف ہیں۔[۶۳] اس رسالے میں 29 بوجھ پہیلیاں، ایک سو تیرہ(113)ان بوجھ پہیلیاں، 76 لیہ مکرنیاں، 20 دو سخنے، 22 نسبتیں، 8 ڈھکوسلے یا انمل، ایک بارہ ماسہ، ایک گیت، ایک نسخہ، بسنت اور قلبانہ وغیرہ ہندوی میں اور 50 پہیلیاں، 12 دو سخنے فارسی میں ہیں۔[۶۴]

دیوانِ حسن سجزیؒ:

امیر حسن(م737ھ۔652ھ)کا پورا نام خواجہ نجم الدین حسن سجزی تھا۔ امیر حسن سجزی کو "سعدی ہند" بھی کہتے ہیں۔ امیر حسن بھی حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء کے مریدین میں سے تھے۔ شاعری امیر حسن کی اصل شناخت اور حوالہ ہے۔[۶۵] ملفوظات کی تاریخ میں امیر حسن کا نام ان کی شہرہ آفاق تصنیف "فوائد الفواد" کی وجہ سے سرِفہرست ہے۔ امیر حسن نے اپنا پہلا دیوان 681ھ میں مرتب کیا تھا لیکن یہ دیوان ضائع ہو گیا اور اب اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ موجودہ دیوان 715۔714ھ میں مدون ہوا تھا۔ امیر حسن کی کم گوئی کے باوجود مطبوعہ دیوان میں 809 غزلیں، 161 قصائد، 30 مثنویاں اور متعدد رباعیات و قطعات ہیں۔ اگر ان کا پہلا دیوان بھی دستیاب ہوتا تو ان کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہوتی۔ بہر حال یہ تعداد بھی کچھ کم نہیں۔[۶۸] امیر حسن کی غزلیں سہل ممتنع کی بہترین مثال ،سادگی، سوز اور اثر میں ڈوبی ہوئی، چھوٹی بحروں پر مشتمل، تسلسل اور روانی سے مزین ہیں۔ امیر حسن کے دیوان میں موجود غزلوں کے سوزِ دروں، لطف اور اثر، عظمت اور کمالِ فن کی تفہیم کے لئے ان کا تفصیلی مطالعہ ناگزیر ہے۔ اگرچہ میر حسن طرزِ خاص کے شاعر تھے۔ انفرادی رنگ و آہنگ کے حامل تھے لیکن آخری عمر میں شاعری سے دور تر ہو گئے تھے تاہم انہوں نے جو کچھ لکھا وہ فارسی شاعری کے بہترین سرمائے میں شمار ہوتا ہے۔ دیوانِ حسن کا ایک نادر خطی نسخہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ میں محفوظ ہے اور 862ھ کا مکتوبہ ہے۔ موجودہ دیوان امیر حسن کے مرتب مولوی مسعود علی محوی ہیں۔[۶۹]

دیوان عمید لویکی:

عہدِ سلاطین کا نامور فارسی شاعر فضل اللہ عمید لویکی 601ھ میں پیدا ہوا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے عمید کو "ملک الملوک الکلام" لکھا ہے۔[۷۰] "عرفات العاشقین" کے مولف نے اس کو "استاد الکلام، افتخار الانام، آفتاب جہانگیر کمال اور مہر سپہر قدر و جلال وغیرہ کہہ کر اس کی شاعری کی تعریف کی ہے۔ مجمع الفصحا کے مؤلف نے اس کو ایک فصیح البیان اور پختہ کلام شاعر کہا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد نے عمید کا دیوان مرتب کیا جسے مجلس ترقی ادب، لاہور نے شائع کیا۔ یہ دیوان 51 نظموں (جس میں قصائد، قطعات، ترکیب بند اور رباعی شامل ہے) پر مشتمل ہے۔ اشعار کی تعداد 1383 ہے۔ ان 51 نظموں کے علاوہ 14 قصائد، ایک ترکیب بند، چند قطعات، 88 ابیات متفرقہ جو کہ مختلف فرہنگوں یا کتابوں میں عمید کے نام سے پائے جاتے تھے، موجود ہیں۔ یوں موجودہ دیوان انہیں ملا کر کل 2190 اشعار پر مشتمل ہے۔[۷۱] عمید نے شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کر کے اپنی جدت اور سخن وری کا ثبوت دیا ہے۔ قصائد میں نہ صرف اس نے سلاطین اور امراء کی مدح سرائی کی ہے بلکہ حمد و نعت کے نغمے بھی بلند کئے ہیں۔ عمید کے قصائد کی عشقیہ تشبیب میں تغزل کی ساری رنگینیاں پائی جاتی ہیں۔ عمید کو ہزل کہنے پر بھی قدرت حاصل تھی۔[۷۲] عمید نے خاندانِ غلاماں(1290ء۔1206ء)کے اکثر بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ لیکن اس کا کلام زمانہ کے دست بُرد کی نظر ہو گیا۔ ملا عبد القادر بدایونی ہی کے وقت میں اس کا کلام "عزیز

الوجود" ہو گیا تھا۔ لیکن موجودہ دیوان کی دستیابی نے عمید کو دوبارہ دورِ سلاطین کے نامور شعرا میں لا کھڑا کیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال حسین نے لکھا ہے کہ "ہندوستان میں منظوم مناظرہ لکھنے میں اولیت کا شرف عمید ہی کو حاصل ہے"۔ (۷۳)

شہاب میمرہ:

مولانا شہاب الدین میمرہ بدایون کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام جمال الدین تھا۔ عربی کے بہت بڑے عالم بھی تھے۔ فنِ شاعری میں بھی مولانا شہاب الدین کو درجہ کمال حاصل تھا۔ غرۃ الکمال میں امیر خسروؒ نے ان کو "سلیمان ممالک سخن" کہا ہے۔ (۷۴) کسی تذکرہ نویس نے اس پیکر علم و ادب کی ولادت و وفات کا سنہ نہیں لکھا ہے۔ شہاب میمرہ کو عمید لویکی، امیر خسرو اور ضیاء الدین نخشبی کا استاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے ان کو "شہوار میدان بلاغت" اور "استاد الشعرا" کہا ہے۔ (۷۶) بقول امیر خسروؒ کے شہاب میمرہ نے اپنے کلام کا مجموعہ مرتب نہیں کیا۔ ہندوستان کے شعرا میں حمد و نعت میں قصائد کہنے کی اولیت بھی مولانا شہاب ہی کو حاصل ہے۔ ان سے پہلے شعرا، سلاطین، وزرا اور امرا کی مدح سرائی میں قصیدہ نگاری کا سارا زور صرف کرتے تھے لیکن مولانا شہاب نے حمد و نعت میں قصائد کہہ کر اس صنف شاعری میں مذہبی رنگ پیدا کیا۔ موجودہ دور کے اہلِ قلم میں پروفیسر عبد الغنی نے اپنی انگریزی کتاب "پری مغل پر شین ان ہندوستان" میں لکھا ہے کہ شہاب الدین میمرہ کے قصائد ایران کے سربر آوردہ شعرا فرخی، خاقانی اور انوری وغیرہ کے ہم پلہ ہیں۔ ان کا منتشر اور متفرق کلام ہر زمانہ میں شوق سے پڑھا گیا۔ (۷۷) گیارھویں صدی ہجری میں تقی اوحدی مولف عرفات العاشقین نے ان کے تقریباً 700 بکھرے ہوئے اشعار جمع کئے تھے۔ مولانا شہاب کے جو اشعار تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان میں زیادہ تر اخلاقیات اور روحانیات کا درس ہے جو اپنے تخلیات کی رفعت اور اسلوب بیان کی شوکت و جزالت کے لحاظ سے بے مثل ہیں اور یہی قصیدہ گوئی کے محاسن ہیں۔ (۷۸)

تاج الدین سنگریزہ:

یہ اپنی کوتاہ قامتی کی وجہ سے سنگریزہ یا ریزہ کہلاتا تھا۔ (۷۹) یہ سلطان شمس الدین التمش (م۔1236ء) اور اس کے جانشین سلطان رکن الدین کے عہد میں دبیر الملک کے جلیل القدر منصب پر مامور تھا۔ اس نے مختلف قلعوں کی تسخیر یا اس طرح کے دوسرے موقعوں پر بادشاہ کی تعریف میں قصیدے لکھے۔ عرفات العاشقین کا مؤلف رقم طراز ہے کہ تاج الدین اپنے عہد کا سب سے ممتاز شاعر تھا۔ اس کا کلام بھی مختلف تذکروں میں قصائد کی صورت میں بکھرا پڑا ہے۔ قصائد کو دیکھ کر کم از کم یہ تو یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ قادر الکلام شاعر تھا جس نے نہ صرف سلیس، رواں، شگفتہ اور برجستہ قصائد لکھے بلکہ اساتذہ فن مثلاً ابو الفرج رونی، انوری اور ظہیر فاریابی کے تتبع میں قصائد کہہ کر اپنی سخن پروری اور جدت طبع کا ثبوت دینے کی کوشش کی۔ (۸۰)

شمس دبیر:

شمس دبیر کا پورا نام شمس الدین تھا۔ (۸۱) دہلی کے مملوک سلاطین کے دربار سے وابستہ ہوئے تو دبیر (سیکریٹری) کے فرائض انجام دیتے رہے۔ سنام وطن تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے ان کا ذکر سلطان ناصر الدین محمود کے عہد میں کیا ہے اور ان کو عہد ناصری کا "ملک الکلام" بتایا ہے۔ (۸۲) یہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے شاگرد اور مرید تھے۔ (۸۳) شمس دبیر ناصر الدین محمود المعروف بغرا خان پسرِ سلطان غیاث الدین بلبن حاکم دہلی کے دربار سے وابستہ تھے۔ ان کا ایک دیوان بھی تھا جو انہوں نے خسرو کو عطا کیا تھا (۸۴) لیکن اب ان کا دیوان ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ شاعر شمس الدین دبیر کے فضائل و کمالات بیان سے باہر اور تعریف و توصیف سے مستغنی ہیں۔ ملا عبد القادر نے ان کا جو قصیدہ نقل کیا ہے وہی ان کی کل کائنات ہے جو ہم تک پہنچی ہے۔ دبیر کو حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاء کے استاد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ (۸۵) یہ دبیری، منشی گری، ندیمی کلکی کے مراتب طے کر کے ایک زمانے میں مستوفی ممالک ہندوستان (یعنی وزیر خزانہ) ہو گیا تھا۔

مطہر کڑہ:

مطہر بلادِ مشرقی کے صدر مقام کڑہ میں (جو الہ آباد سے 40 میل شمال مغرب کو قدیم زمانے میں صوبے کا دار لحکومت تھا) کا رہنے والا تھا۔ دیوان مطہر کے مطابق تاریخ پیدائش 1316ء اور تاریخ وفات 1388ء ہے۔ مطہر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے جانشین حضرت چراغ دہلی کا مرید تھا اور ان کی وفات پر اس نے ان کا مرثیہ لکھا۔ یہ فیروز شاہ تغلق اور اس کے امرا کا مداح تھا۔ عین الملک ماہرو اس کا مربی خاص تھا۔ (۸۶) بدایونی لکھتا ہے کہ "مولانا مطہر کا ایک دیوان بھی ہے جس میں پندرہ سولہ ہزار شعر ہیں۔ ان کے کلام پر مذہبی رنگ چڑھا ہوا تھا اور مقصدیت کے تناسب سے شعریت دب کر رہ گئی تھی اس لئے ان کی فضیلت کا جتنا چرچا تھا اتنا ان کے شعر رواج نہ پا سکے۔ بہر حال بنظر غور دیکھنے پر ان کے کلام کی ندرت واضح ہوتی ہے (۸۷) لیکن یہ دیوان شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے زمانے میں ہی کم یاب بلکہ نایاب تھا۔ خوش

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

قسمتی سے ڈاکٹر وحید مرزا کو اس کا ایک نامکمل نسخہ حاصل ہوا۔ ڈاکٹر وحید مرزا اور مولوی محمد شفیع پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے کالج میگزین میں مطہر کے دیوان کا انتخاب 1935ء میں شائع کیا اور یوں شاعر کو ایک نئی زندگی دے دی۔(۸۸)

بدر چاچ:

پورا نام بدر الدین بدر تھا۔ یہ چاچ یعنی تاشقند کا رہنے والا تھا۔ محمد بن تغلق (م۔1351ء) کے دور کا مشہور ترین شاعر اور ملک الشعرا تھا۔ سلطان نے اس کی بڑی قدر کی اور "فخر الزمان" کا خطاب دیا۔ بدر کے سارے قصائد سلطان محمد تغلق کی مدح میں ہیں اور چونکہ ان میں بعض تاریخی واقعات کی طرف اشارہ ہے اور اس عہد میں تاریخی مواد کی کمی ہے اس لئے مورخین ان قصائد کو تاریخ کی حیثیت سے بھی استعمال کرتے ہیں۔ قصائد کے علاوہ بدر چاچ نے ایک مثنوی "شاہ نامہ" بھی لکھی۔(۸۹) بدر چاچ کا کلام تکلّف و تصنّع میں جواب نہیں رکھتا۔ اس نے رعایات لفظی، تضاد اور تجنیس کے استعمال میں کمال کر دکھایا ہے لیکن اس تکلّف و تصنّع کی وجہ سے کہیں کہیں اس کا کلام بالکل چیستان بن کر رہ گیا ہے۔ عشق مجازی، عشق حقیقی اور عظمت انسان کے موضوع پر بھی اس نے چند قطعات لکھے ہیں۔(۹۰) ملاّ عبد القادر کے مطابق بدر نے محمد بن تغلق کے نام پر تیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک "شاہ نامہ" نظم کیا ہے۔

امیر روحانی:

عہد شمسی کا ایک شاعر امیر روحانی تھا۔(۹۱) امیر روحانی سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں ہندوستان آیا۔(۹۲) امیر روحانی کا ذکر طبقات اکبری(۹۳)، منتخب التواریخ(۹۵) اور تاریخ فرشتہ(۹۵) میں بھی ہے۔ امیر روحانی کے قصائد کے اشعار تذکروں میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

ناصری:

یہ بھی شمس الدین التمش (م۔1236ء) کے عہد میں گزرا ہے۔(۹۶) نام خواجہ ابو نصر اور تخلص ناصری تھا۔(۹۷) خراسان کا رہنے والا اور مشہور صوفی شاعر ابو سعید ابو الخیر کے خاندان سے تھا۔ مُلا عبد القادر بدایونی نے اسے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدت مند بنایا تھا۔(۹۸)

بہاؤالدین علی:

التمش کے امراء میں بہاؤالدین علی کا شمار بھی اہل علم اور اہل ذوق میں ہوتا ہے۔ باپ کا نام ابو بکر احمد الجاجی ہے۔ بہاؤالدین صدر کے عہدے پر مامور تھا۔ عوفی نے اس کا ذکر "لباب الالباب" میں کیا ہے۔ لباب الالباب میں عوفی نے اس کی چند رباعیاں نقل کی ہیں۔ (۹۹)

مولانا منہاج سراج:

اصل نام منہاج الدین بن قاضی سراج الدین بن منہاج جرجانی ہے۔ منہاج 589ھ میں فیروز کوہ میں پیدا ہوا۔ لوگ اسے ایک عالم، واعظ اور مورخ کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اس کی وجہ شہرت بھی 22 طبقات پر مشتمل کتاب "طبقات ناصری" ہے۔(۱۰۰) دوسری طرف صدر الصدور بھی تھے لیکن وہ اپنے زمانے کے قابل قدر شاعر بھی تھے۔ دربار میں جب کوئی اہم تقریب ہوتی تو اس موقع پر مولانا کو کوئی قصیدہ یا قطعہ پیش کرنے کا موقع ضرور دیا جاتا۔(۱۰۱) تذکرہ نویسوں نے بھی مولانا منہاج کی سخن وری کی داد دی ہے۔

مسعود بک:

حضرت خواجہ مسعود بک یا مسعود بیگ کا اصل نام احمد بن محمد نخشبی المعروف شیر خاں تھا۔ مسعود بک غالباً خطاب تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق (م۔1388ء) کے اقربا میں سے بتایا جاتا ہے۔ زندگی کا ایک حصہ بڑی شان و شوکت سے بسر کیا۔ اس کے بعد درویشی اختیار کر لی اور شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین کے مرید ہوئے۔ شاعری میں ایک دیوان (نور الیقین) کے علاوہ تصوف میں کئی کتابیں لکھیں مثلاً تمہیدات، مراۃ العارفین اور ام النصائح۔(۱۰۲) اکثر حالت سکر میں رہتے تھے اور حقیقت کو بیان کرنے میں قید شریعت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے 1397ء میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جمنا میں بہا دیا گیا۔(۱۰۳) ان کا دیوان حیدر آباد دکن میں چھَپ چکا ہے۔

ملک احمد:

امیر خسرو کے بیٹے تھے۔(۱۰۵) سلطان فیروز شاہ تغلق (م۔1386ء) کے عہد کے بڑے شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ بادشاہ کا ندیم خاص اور مصاحب تھا۔ اس کا کوئی دیوان مشہور نہیں لیکن یہ بڑا قادر الکلام نقاد تھا۔ اس نے متقدمین کے کلام پر جو جرح اور گرفت کی ہے اسے اکثر کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔(۱۰۶)

ظہیر دہلوی:

سلطان محمود تغلق کے عہد کا سب سے بڑا شاعر قاضی ظہیر دہلوی گزرا ہے۔ یہ صاحب دیوان تھا۔ اس کا دیوان مدحیہ قصائد پر مشتمل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

ہے۔[۱۰۷] اس کا بعض قصائد کا انتخاب بدایونی نے کتاب میں درج کیا ہے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان میں قاضی ظہیر کے بعد ایسا بڑا شاعر کوئی اور نہیں گزرا۔[۱۰۸]

امر واقعہ یہ ہے کہ فارسی شعر گوئی کا وہ ننھا پودا جسے ریزہ، شہاب، میرہ اور عمید نے سینچا تھا، خسرو کی شاعری میں ایک تن آور درخت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ آج ہمارے اسلاف کے یہ قصائد ہی کیا بلکہ ان کی ساری فارسی شاعری دفتر پارینہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن ہم اپنی رواداری اور وسعت قلبی کی بنا پر فارسی زبان کو چھوڑ کر ہندوستان کے رہنے والوں کی ملی جلی زبان اردو کو قبول نہ کر لیتے تو آج ہماری علمی اور ادبی زندگی کو یہ فارسی شاعری کس قدر متموّل کر چکی ہوتی۔ اب یہ تمام شعرا ہمارے لیے گویا اجنبی بن گئے ہیں اور ہماری ثقافتی زندگی سے دور ہوتے جا رہے ہیں پھر بھی ان کے علمی اور ادبی کارناموں کا مطالعہ ضروری ہے کہ ان سے ہماری ماضی کی علمی و ادبی تاریخ بنی اور بالآخر انہی کے کمالات کی بدولت ہمارے موجودہ علمی ذوق کی نشوونما ہوئی۔

لیکن اب ہم ان قدیم فارسی شعرا کی تصنیفات اور احوال زندگی سے ناواقف ہیں۔ ہماری ابتدائی زندگی کا یہ افسوسناک واقعہ ہے کہ اس عہد کے بیشتر کارناموں کو زمانے کی دستبرد نے صفحہ ہستی سے محو کر دیا۔ صرف صوفیاء کے تذکروں، بعض تاریخی کتب اور امیر خسروؒ کی تصنیفات کے ساتھ ساتھ مروت کا سلوک ہوا ہے اور ان سے ہم محروم نہیں رہے لیکن شعر و ادب اور کتب تاریخ کا بیشتر حصہ تلف ہو گیا۔ لیکن پھر بھی جو دستیاب و موجود ہے غنیمت ہے۔ حق تو یہ ہے کہ سلاطین دہلی کی ادبی تاریخ میں تحقیق کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا اگر محقق فارسی سے نابلد ہے۔ اس دور کے اصناف شعر و ادب میں داستان، قصیدہ، غزل، تذکرہ، تاریخ، مثنوی، سب سے لطف اندوز اور ان میں پوشیدہ معنی کے گہرائے آب دار سے حظ اٹھانے اور ان کا صحیح اور مکمل ادراک حاصل کرنے کے لئے فارسی زبان و ادب کی آشنائی ناگزیر ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان عہد حکومت کی سیاسی، روحانی اور ادبی تحقیق میں فارسی کی اس اہمیت کے پیش نظر یہ غور طلب ہے کہ آج کل یونیورسٹیوں میں پی ایچ۔ ڈی کا جو کام ہو رہا ہے اس کا تعلق سلاطین یا مغلیہ دور سے ہے تو وہ فارسی کے علم کے بغیر کتنا وقیع ہے یا ہو سکتا ہے۔ بالعموم تاریخ کے نوجوان محققین فارسی سے نہ صرف ناواقف ہوتے ہیں بلکہ اس ذوق سے ہی بے بہرہ و نا آشنا ہوتے ہیں جو کلاسیکی زبانوں کے علم کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس دور میں ڈگری کا حصول مقصود بالذات ہے اور اس کے لیے کسی ذوق کی حاجت عام طور سے نہیں رہ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ تاریخ کے اساتذہ کی نئی کھیپ فارسی سے قطعی بیگانہ ہوتی جا رہی ہے۔ پروفیسر محمد حبیب ہوں یا خلیق احمد نظامی، سید صباح الدین عبد الرحمن ہوں یا شیخ محمد اکرم، ایوب قادری ہوں یا ہاشمی فرید آبادی، اشتیاق حسین قریشی ہوں یا پروفیسر محمد اسلم، ان سب کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ یہ تاریخ کے طالب علم کے ساتھ ساتھ فارسی کے بھی عالم رہے ہیں۔ اس لیے تاریخ کی تحقیق کو معتبر اور مؤثر بنانے کے لیے فارسی کا علم ناگزیر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ سلاطین ہندوستان، جلد اول، ابو قادر پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵۰

۲۔ وی۔ ڈی۔ مہاجن، The Sultanate of Delhi، ایس چاند اینڈ کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۶۳ء، ص ۳۵

۳۔ ڈاکٹر محمد ریاض/ ڈاکٹر صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۴

۴۔ ایڈورڈ براؤن، اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، جلد ا، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۹۷

۵۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۹۷

۶۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۴۶

۷۔ سید ہاشمی فرید آبادی، ماثرِ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۲۸

۸۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۴۸

۹۔ ڈاکٹر محمد ریاض/ ڈاکٹر صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۴

۱۰۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۹۷

۱۱۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۲۴

۱۲۔ سید ہاشمی فرید آبادی، ماثرِ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۰۴

۱۳۔ ڈاکٹر محمد ریاض/ ڈاکٹر صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶۵

۱۴۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۱۶ء، ص ۱۱۸

۱۵۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، اداراہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور،۲۰۱۶ء، ص ۹۷

۱۶۔ ڈاکٹر محمد ریاض / ڈاکٹر صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل، لاہور،۲۰۱۱ء، ص ۱۶۵

۱۷۔ سید ہاشمی فرید آبادی، ماثرِلاہور، اداراہ ثقافت اسلامیہ لاہور،۲۰۱۶ء، ص ۳۰۹

۱۸۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، اداراہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور،۲۰۱۶ء، ص ۳۶۵

۱۹۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۱۹۴۹ء، ص ۳۰۴

۲۰۔ ڈاکٹر محمد ریاض / ڈاکٹر صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل لاہور،۲۰۱۱ء، ص ۱۷۵

۲۱۔ خلیق احمد نظامی، تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، دہلی،۱۹۶۶ء، ص ۹۷

۲۲۔ سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ صوفیہ، مطبع مصارف، اعظم گڑھ،۱۹۴۹ء، ص ۳۰۴

۲۳۔ خلیق احمد نظامی، تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، جامع مسجد دہلی،۱۹۶۶ء، ص ۸۹

۲۴۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۲۴۸

۲۵۔ خلیق احمد نظامی، تاریخی مقالات، ندوۃ المصنفین، دہلی،۱۹۶۶ء، ص ۱۶۶

۲۶۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۲۵۳

۲۷۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو (جلد اول) پیکجز لمیٹڈ لاہور،۱۹۷۲ء، ص ۱۰۶

۲۸۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۶۰

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو (جلد اول) پیکجز لمیٹڈ لاہور،۱۹۷۲ء، ص ۱۰۸

۳۱۔ ڈاکٹر محمد وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۷۲

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۷۷

۳۳۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو (جلد اول) پیکجز لمیٹڈ لاہور،۱۹۷۲ء، ص ۱۲۲

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۲۴

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۶۶

۳۹۔ ڈاکٹر محمد وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۸۲

۴۰۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو، پیکجز لمیٹڈ لاہور،۱۹۷۲ء، ص ۱۲۷

۴۱۔ ڈاکٹر محمد وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۹۱

۴۲۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۹۵

۴۳۔ ایضاً، ص ۲۰۰

۴۴۔ ایضاً، ص ۲۰۲

۴۵۔ ڈاکٹر محمد وحید مرزا، امیر خسرو، بک ہوم، لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۱۹۶

۴۶۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور،۲۰۰۷ء، ص ۲۱۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

۴۷۔ظ انصاری / ابوالفیض سحر، خسرونامہ المعروف خسروشناسی، مشتاق بُک کارنر لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۴

۴۸۔ اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۳۲

۴۹۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۶

۵۰۔ایضاً، ص ۱۸۷

۵۱۔ایضاً

۵۲۔ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید، افضل الفوائد، بُک ہوم لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۳۵

۵۳۔ایضاً

۵۴۔1918ء میں مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج سے خسرو کے چند رسائل کا ایک مجموعہ شائع ہوا جس میں وہ تمام چیزیں جو خسرو کے ہندی کلام کا جزو سمجھی جاتی ہیں شامل کر دی گئیں۔ یہ مجموعہ مولانا محمد امین جڑیا کوٹی اور مولانا رشید احمد صاحب سالم کی زیرِ ادارت تیار کیا گیا تھا۔ اس کا دوسرا نام "لالی عُمان" ہے۔

۵۵۔اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۳۸

۵۶۔ایضاً

۵۷۔مسعود حسن رضوی، شہر آشوب، نقوش مئی 1965، ۱۹۶۵، ص ۵

۵۸۔ظ انصاری / ابوالفیض سحر، خسرونامہ المعروف خسروشناسی، مشتاق بُک کارنر لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۱۸

۵۹۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۹

۶۰۔ظ انصاری / ابوالفیض سحر، خسرونامہ المعروف خسروشناسی، مشتاق بُک کارنر لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۲۶

۶۱۔اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۴۳

۶۲۔محمد حسین آزاد، آبِ حیات، خزینہ علم و ادب لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۶۹

۶۳۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۵

۶۴۔اقبال صلاح الدین، کلیات غزلیات خسرو، پیکجز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۴۴

۶۵۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۸۱

۶۶۔شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۴۸

۶۷۔ڈاکٹر اسلم فرخی، دبستان نظام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۸۱

۶۸۔ایضاً

۶۹۔مسعود علی محوی، دیباچہ دیوان حسن دہلوی، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ص ۱۸

۷۰۔ملا عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س،ن، ص ۷۶

۷۱۔ڈاکٹر نذیر احمد، مقدمہ دیوان عمید لویکی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۶۵ء، ص ۵۴

۷۲۔سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۴

۷۳۔ڈاکٹر اقبال حسین، ہندوستان کے قدیم فارسی شعراء، ص ۲۱۳

۷۴۔دیباچہ غرۃ الکمال بحوالہ بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۱۳۲

۷۵۔مولانا عبدالحئی، نزہتہ الخواطر، مجلس نشریات کراچی، جلد اول ص ۱۶۹

۷۶۔ملا عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س،ن، ص ۷۰

۷۷۔پروفیسر عبدالغنی، پری مغل پرشین ان ہندوستان بحوالہ مملوکیہ، ص ۱۴۲

۷۸۔سید صباح الدین عبدالرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۱۴۹

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

۷۹۔ تحفہ الکرام جلد دوم، ص ۱۰۵، بحوالہ بزم مملوکیہ، ص ۹۱

۸۰۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۱۳۱

۸۱۔ ایضاً، ص ۲۳۶

۸۲۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س،ن، ص ۷۷

۸۳۔ نزہیتہ الخواطر مملوکیہ، ص ۲۳۷

۸۴۔ بحوالہ بزم مملوکیہ، ص ۲۴۵

۸۵۔ پروفیسر محمود شیرانی رسالہ اردو جنوری ۴۳، ص ۹۵ بحوالہ بزم مملوکیہ، ص ۲۴۸

۸۶۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۴

۸۷۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۱۵۶

۵۸۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۷۰

۸۹۔ ایضاً

۹۰۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۳

۹۱۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۱

۹۲۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۸۸

۹۳۔ خواجہ نظام الدین احمد، طبقات اکبری (جلد اول)، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۵

۹۴۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، س۔ن، ص ۶۶

۹۵۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، توصیف پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۸۲

۹۶۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۱

۹۷۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۸۷

۹۸۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلی کیشنز لاہور، س،ن، ص ۶۶

۹۹۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۹

۱۰۰۔ مولانا منہاج سراج، طبقات ناصری، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰

۱۰۱۔ سید صباح الدین عبد الرحمن، بزمِ مملوکیہ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۴

۱۰۲۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۶۹

۱۰۳۔ ڈاکٹر محمد ریاض / صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۸۱

۱۰۴۔ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۶۹

۱۰۵۔ ایضاً

۱۰۶۔ ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلی کیشنز لاہور، س،ن، ص ۱۵۵

۱۰۷۔ ایضاً، ص ۱۷۸

۱۰۸۔ ایضاً، ص ۱۷۹